BA Part I Paper II

سوال:-خواجہ میر درد کی صوفیانہ شاعری کا جائزہ لیجئے۔

یا

سوال:-خواجہ میر درد کی غزل گوئی کا جائزہ لیئے۔

جواب:-اٹھارہویں صدی عیسوی میں اردو غزل کو بہت فروغ حاصل ہوا۔اس وقت تک اردو زبان دہلی کے بازاروں،گلی کوچوں،میلوں ٹھیلوں سے نکل کر شاہی درباروں تک پہنچ چکی تھی اور اس کی ادبی شان وشوکت آب و تاب کے ساتھ نکھر آئی تھی۔یہ شاہ عالم کا زمانہ اور شعرائے متوسطین کا پہلا دور تھا۔جس میں سودا،میر،درد اور سوز جیسے زبردست شاعر ہوئے کہ زمانہ پھر ان کی نظیر پیدا نہ پیدا کرسکا۔

شاہ عالم کا عہد سیاسی طور پر نہایت ہی پر آشوب اور اضطراب انگیز تھا لیکن اس کے باوجود اس نے تقریباً پچاس سال تک حکومت کی اور اس زمانہ میں اردو غزل نے بہت ترقی کی۔سودا ، میر اور درد اس عہد کے نمائندہ شاعر ہیں لیکن ان لوگوں نے اپنے اپنے تاثرات کو الگ الگ رنگ میں پیش کیا۔

مرزا محمد سودا ایک ہنس مکھ اور زندہ دل آدمی تھے اس لئے تا زیست تلخی دوراں کو ہنس ہنس کر سہنے کی ناکام کوشش میں لگے رہے۔بہر حال ان کا مرتبہ شاعری ان کی ہمہ گیری کے لحاظ سے بہت ہی بلند ہے۔انہوں نے مثنوی، قصیدہ،غزل،ہجو،مرثیہ،رباعی،قطعہ وغیرہ سبھی کچھ لکھا ہے لیکن تغزل میں ان کے یہاں جو سوز وگداز پایا جاتا ہے وہ ان کے دوسرے کلام میں نہیں پایا جاتا ہے۔

خواجہ میر درد کی شخصیت سودا اور میر دونوں ہی سے مختلف ہے۔وہ نہ تو ہنسنے ہنسانے کے لئے پیدا ہوئے تھے اور نہ رونے رلانے کے لئے بلکہ عبادت وریاضت اور مجاہدہ نفس کی بھٹی میں تپ کر ان کا وجود خود ہی سراپا درد بن گیا تھا۔ درد ایک روایتی ورسمی نہیں بلکہ حقیقی فطری شاعر تھے۔ان کی غزلوں میں ”عشق حقیقی“ اور ”رنگ مجازی“ کا نہایت ہی دلکش امتزاج ہے۔وہ مجاز وتغزل کے پردوں میں محبوب حقیقی سے اس کے تغافل اور اپنی محرومی ومجبوری کا اظہار پر کیف، پرسوز،دردناک اور بے ساختہ انداز میں کرتے ہیں:

Scanned with CamScanner

[۲]

جب نظر سے بہار گزرے ہے
جی پہ رفتار یار گزرے ہے
جس کے تو ہو کے سامنے گزرے
آپ سے بار بار گزرے ہے

ہم نے کس رات نالہ سر نہ کیا
پر اسے آہ نے اثر نہ کیا
سب کے ہاں تم ہوئے کرم فرما
اس طرف کو کبھو گزر نہ کیا

کلام کا یہی حزنیہ رنگ میر اور درد میں مماثلت پیدا کر دیتا ہے۔اگر چہ دونوں کی افتاد طبیعت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔میر کا محبوب مجازی جس سے اظہار محبت میں وہ کوئی جھجک نہیں محسوس کرتے ۔ درد کا محبوب مجازی نہیں حقیقی ہے عمومی نہیں خصوصی ہے اور انسانی نہیں خالق کونین ہے۔

خواجہ میر درد کا اردو دیوان بہت مختصر ہے لیکن جتنا بھی ہے لاجواب ہے۔ان کے کلام میں ہر جگہ ہمواری نظر آتی ہے۔حالانکہ ان کے معاصرین میر اور سودا کے یہاں ناہمواری کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں۔وجہ یہ ہے کہ درد نے صوفیانہ زندگی کے اصولوں اور فقیرانہ طرز حیات کی واضعداری کو بڑی پابندی کے ساتھ نبھایا ہے۔ انہوں نے نہ کسی کی تعریف وتوصیف میں قصیدہ لکھا اور نہ ہجو لکھ کر کسی کی دھجیاں اڑائیں۔درد نے اکثر غزلیں چھوٹی بحروں میں کہی ہیں، ان غزلوں کے متعلق آزاد فرماتے ہیں کہ ''تلواروں کی آبداری نشتر میں بھر دیتے ہیں۔'' ان کی طویل غزلوں میں روانی کم اور غنائیت زیادہ ہے۔بقول ڈاکٹر صدر الدین مرحوم ''ان کی غزلوں میں تلوار کی کاٹ قطعوں میں نشتر کی تیزی اور رباعیوں میں نکیلی سوئیوں کی چبھن ہے۔''

خواجہ میر درد اپنے زمانے کی مروجہ روایات شعری سے پوری طرح پیچھا نہ چھڑا سکے،لہذا ان کے کلام میں بعض اوقات تصنع اور بناوٹ کے اثرات بھی پائے جاتے ہیں۔ درد کی زبان سہل، پاکیزہ اور عام فہم ہے۔وہ اردو میں ہندی اور بھاشا کے نرم و شیریں الفاظ بڑی چابکدستی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں جس سے کلام کی شیرینیت میں اضافہ وہ جاتا ہے۔تذکرہ نگاروں نے بھی خواجہ میر درد کا ذکر بڑی عزت واحترام کے ساتھ کیا ہے۔

***

Scanned with CamScanner